www.novelsclubb.com
مشعل راہ
از قلم
تحسین اصغر
Journalist
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

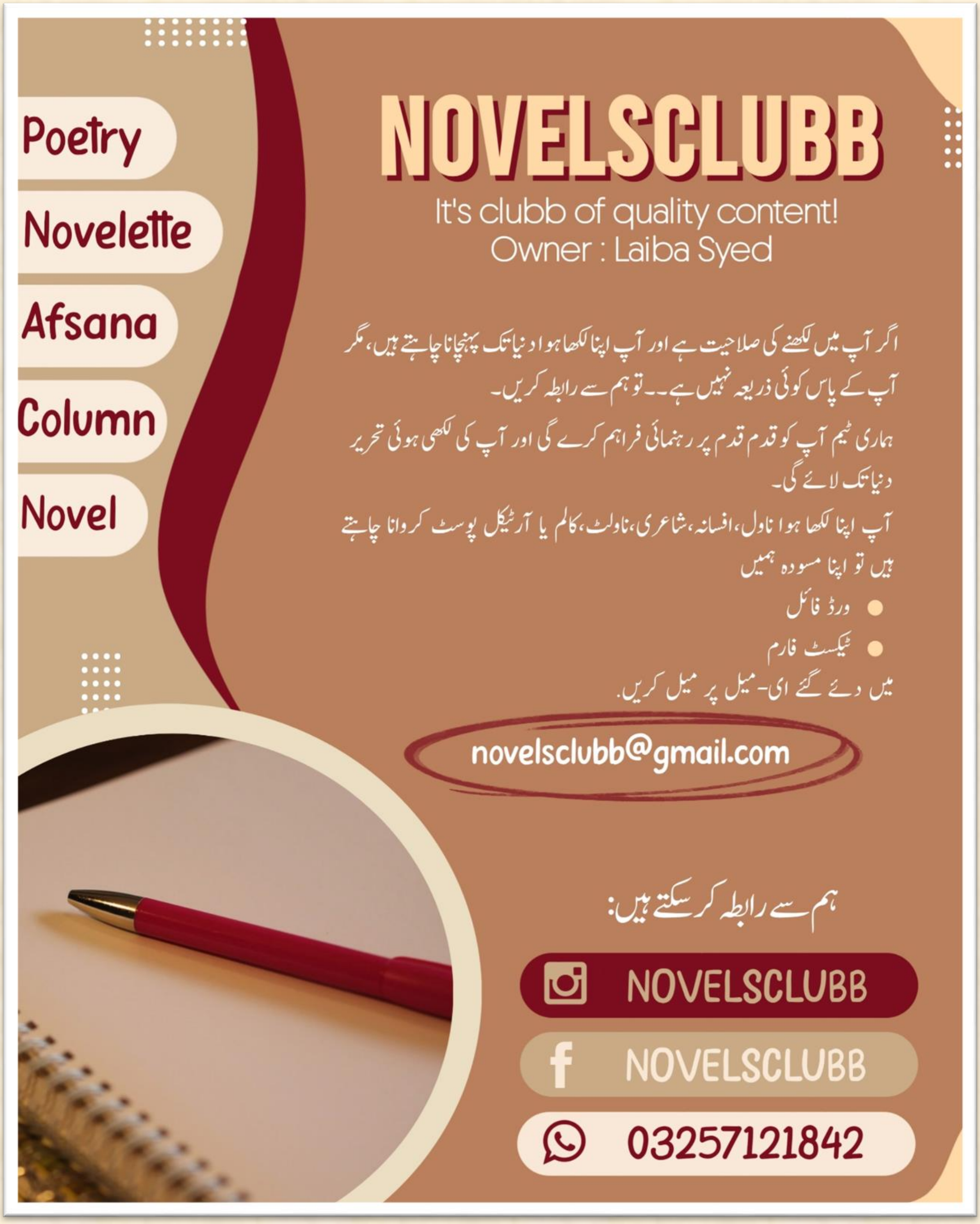

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

مشعلِ راہ

از قلم

تحسین اصغر

ناول "مشعلِ راہ" کے تمام جملہ حق لکھاری "تحسین اصغر" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

"مشعلِ راہ"

از قلم تحسین اصغر

انتساب

اسلام و علیکم! امید ہے آپ سب صحت اور ایمان کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ مشعلِ راہ میرا دوسرا ناول ہے جو کہ میرے پہلے ناول سے پہلے شائع ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ ابھی نامکمل ہے، آپ کہانی کو اپنی مرضی سے نہیں لکھتے۔۔۔۔ یہ خود کو اپنی مرضی سے اپنے وقت پر لکھواتی ہے۔ تو ابھی اس کہانی کے مکمل ہونے کا وقت نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتی یہ ناول مجھ سے کیسے لکھا گیا وہ بھی محض تین دن میں! میں اتنی ماہر تو نہیں لکھنے میں۔۔۔۔ پھر کیسے؟؟؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ' چاہتے ہیں کہ میں یہ ناول لکھوں۔ اُنہی کی عطاء کردہ ہمت کے بعد میں اس قابل ہو سکی کہ کچھ تحریر کر پاؤں۔ اس ناول کو لکھنے میں میرا کوئی کمال نہیں ، یہ سب اللہ تعالیٰ' کی مہربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ' کے بعد میں اپنی چھوٹی بہن یسری'، اپنی دوستوں کا فائزہ، ارم، اقرء، اور خاص طور پر راحیلہ، اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ ان سب کی حوصلہ افزائی کے بغیر یہ لکھنا میرے لیے ممکن نہ ہو پاتا۔ اور ایک کلاس فیلو

کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی، جنہوں نے مجھے سنا بغیر بیزار ہوئے، اور ایم ایس ورڈ پر مجھے اردو ٹائپ کرنے کے بارے میں گائیڈ کیا۔ تو امید ہے آپ کو کہانی پسند آئے گی۔ ابھی میں لکھنے کے ساتھ ساتھ سیکھنے کے عمل میں بھی ہوں، تو کمی و بیشی رہ جائے اس کے معذرت۔

20، جنوری 2023

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سبسطية (فلسطین):

یہ منظر ہے فلسطین کے ایک چھوٹے سے گاؤں سبسطية (Sebastiya) کا جو کہ فلسطین کی ریاست نابلس (Nablus) سے جو کہ 12 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

اس کی آبادی تقریباً تین ہزار دو سو پانچ لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ یہاں کے مکینوں کے لئے کسی جنت سے کم نہیں۔ تو اب اس دلکش سے قصبے کے گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے ایک خوبصورت سے لکڑی سے بنے گھر کی طرف جاتے ہیں جو قدیم عمارتوں کے درمیان بہت سی ثقافتیں اپنے اندر دفن کئے بڑی دیدہ دلیری سے اس مقدس زمین پر براجمان ہے۔

"کتنی دیر ہے نضال۔۔۔؟"

"کوئی دیر نہیں امی، بس آرہی ہوں۔"

"پچھلے دس منٹ سے یہی کہہ رہی ہو۔" اب کہ ریم اُم سماح کی آواز کچھ جھنجھلائی ہوئی سی تھی۔

"لیں آگئی بتائیں۔۔۔" ایک لڑکی جو کہ سرتا پا سیاہ عبانے میں ڈھکی ہوئی تھی۔ اپنی غلافی بڑی بڑی آنکھوں سمیت معصومیت سے بولی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"روز خود بھی لیٹ ہوتی ہو اور بھائی کو بھی کرواتی ہو۔ پتہ نہیں کب سدھرو گی؟" وہ خفگی سے بولیں۔

"چلیں امی خدا حافظ یوسف بھائی چلیں بھی دیر ہو رہی ہے۔" جھٹ سے امی کو گلے مل کے سارا لیٹ ہونے کا الزام بھائی پر بھی ڈال دیا تھا محترمہ نے۔

یوسف بھی بہن کے ڈراموں پر سر نفی میں ہلاتا ہوا نرم سی مسکراہٹ پر اکتفا کرتے باہر چل دیا۔

نضال جلدی سے آکر پسنجر سیٹ پر قدم رنجہ فرما گئی۔ اور ایک لمبی سی سانس خارج کی۔ "اف آج تو بمشکل ہی امی کے قہر سے بچیں بچے ہیں۔"

سارے راستے نضال باتیں کرتی گئی اور یوسف اُس کی باتوں کے جواب میں بس ہوں ہاں ہی کرتا رہا۔ اور یہ ساری گفت وشنید عربی میں ہو رہی تھی۔

یوسف اسے یونیورسٹی چھوڑ کر اپنی دکان "کنافہ خالد ابر غوثی کی طرف چلا گیا (کنافہ کا مطلب مٹھائی کا گھر ہوتا اور خالد ابر غوثی ان کے ابا کا نام ہے)۔ یہ ان کا خاندانی کاروبار تھا جو

کہ بہت اچھا چل رہا تھا۔ والد کی وفات کے بعد اب یوسف ہی کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ یہ خاندان حقیقتاً ایک مثالی زندگی گزار رہا۔ تھا۔ یوسف کو پڑھانی میں اتنی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لیے اس نے خاندانی کاروبار کو سنبھالنے کو ترجیح دی۔

نضال کو ڈاکٹر (طبیب) بننے کا بہت شوق تھا جو وہ بخوبی پورا کر رہی تھی۔ یہ اس کا یونیورسٹی میں آخری سمسٹر تھا۔ جس کے فائنل امتحانات بھی شروع تھے۔ ان کے والد خالد البرغوثی کا انتقال تین سال پہلے طبعی موت سے ہو گیا تھا۔ چھوٹی بہن لینا جسے پڑھائی کے ساتھ ساتھ "تطریز" جو کہ روایتی فلسطینی کڑھائی ہے، کا بہت شوق ہے۔ یہ فلسطینی کڑھائی دنیا بھر میں مشہور ہے ہر علاقے کے اپنے منفرد ڈیزائن اور رنگ ہیں۔ جو مقامی شناخت کی عکاسی کرتے ہیں اور آخر میں آتی ہیں ریم اُمِ سماح وہ نفیس خاتون جنہوں نے ان تمام بہن بھائیوں کی تربیت کی ہے۔ اور اس شاندار طریقے سے کہ جو دیکھے مثال دے۔

لاہور پاکستان:

نام؟

یحیٰ 'نثار خان۔۔۔

تعلیم؟

ماسٹرز ان کمیونیکیشن سٹڈیز۔

Aim in life?

نوبی کم آ Journalist۔

وائے؟

آپ یہاں بیٹھے ہیں میرا انٹرویو لے رہے ہیں وائے؟ اب کہ منیجر گڑبڑا گیا کیا پھر خود کو کمپوز کر کے بولا

"کیونکہ میں ڈیوٹی باؤنڈ ہوں"

Clubb of Quality Content

"ایسے ہی میں Journalism کو اپنی زندگی میں لانے کے لئے ڈیوٹی باؤنڈ ہوں۔" اعتماد سے جواب دیا

"ہمم ہمم impressive صبح سے آپ وہ شخص ہیں جس نے مجھے اس طرح متاثر کیا ہے۔"

"بہت شکریہ مجھے بھی کافی لوگوں سے یہی سننے کو ملتا ہے۔" نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ بلا کے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"سیاست کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"کسی بھی انسان کو اپنے بولے اور کئے جانے والے کاموں کا یقین دلانا ہی سیاست ہے۔"

اور چند ایک سوالوں کے بعد یحیٰ نثار خان ایک بڑی سچی اور جاندار مسکراہٹ کے ساتھ کانفرنس روم سے نکلتا دکھائی دیا۔ مناسب ساقد، سرخ و سفید رنگت کے امتزاج کے ساتھ کاسنی رنگ کی آنکھیں، سرخ عنابی لب، اور کسرتی وجود کے ساتھ وہ خدا کا کوئی شاہکار ہی تھا۔ جتنا پر اعتماد تھا اتنا ہی مزاج پرست، اپنے مزاج کے برخلاف بات سننا تک گوارا نہ تھی۔ والدین کا اکلوتا اور لاڈلا بچہ جو تھا۔

Clubb of Quality Content

کوریڈور سے گزرتے ہوئے ہر نظر اُس پر ٹھہر ٹھہر جاتی وہ ہمیشہ اس بات سے محظوظ ہوتا تھا۔

اُسے لائم لائٹ میں رہنا پسند تھا۔

جیسے ہی وہ گھر پہنچا اماں لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔شاید اسی کا انتظار ہو رہا تھا۔

"السلام و علیکم !"

"و علیکم اسلام آ گیا میرا بیٹا کیسا رہا انٹرویو ؟" وہ محبت سے بولیں۔وہ مسکراتا ہوا اُن کے پاس ہی براجمان ہو گیا۔ان کی طرف مکمل رخ پھیر کر انھیں بازو کے ایک حلقے میں لیا اور کہا۔

"آپ بتائیں کیسا رہا ہو گا ؟"

"پرفیکٹ" وہ جھٹ سے بولیں۔

اب وہ دل کھول کر مسکرایا اور کہا

"آپ مجھے بہت اچھے سے جانتی ہیں۔"

"ہاں ہاں تم اور تمہاری ماں ایک میں ہی تم لوگوں کا دشمن ہوں نا۔" نثار صاحب اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں داخل ہوتے خفگی سے گویا ہوئے۔

"خان صاحب خبردار اگر اب آپ نے میرے بیٹے کو کچھ بھی کہا فاطمہ نور بھی بیٹے کی حمایت میں دوہری خفگی سے بولیں۔" انہوں نے شکایتی نظروں سے بیٹے کو دیکھا کہ دیکھ تو تم فساد کی جڑ ہو۔

اُس نے جواباً مسکراہٹ دباتے ہوئے کندھے اچکا دیے وہ ایک بار پھر سیخ پا ہو گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگلی ہی صبح اُسے انٹرویو میں پاس اور کل سے ہی جوائن کرنے کی اطلاع دے دی گئی۔اس کا دل صبح ہی صبح طمانیت سے بھر گیا وہ پاکستان کی سب سے بڑی نیوز ایجنسی میں Recruit ہونے میں کامیاب ٹھہرا تھا۔ ویسے تو اُسے اس جاب کی ضرورت نہیں تھی پر Journalism سے اُسے ایک خاص سی انسیت تھی۔اس کا دل ہمیشہ سے ہی اس فیلڈ کی جانب ہمکتا۔

مقدس زمین کے ایک چھوٹے سے قصبے میں لکڑی سے بنے گھر میں جشن کا ساسماں تھا۔اور کیوں نہ ہوتا بھئی بقول ریم اُمِ سماج کہ نضال کو ڈگری مل جانا ایک معجزہ تھا، جتنی وہ لاپرواہ طبیعت کی مالک تھی۔امی کو ہمیشہ اُس کے مستقبل کی فکر ستانی،بلکہ اُس کے مستقبل کی فکر سب کو ہی تھی ماسوائے اُسکے۔امی اتنی خوش تھیں کہ تقریباً پورے قصبے میں ہی مٹھائی بانٹی گئی۔گھر کے بلکل وسط میں "دبکہ" کیا جارہا تھا۔دبکہ مشہور فلسطینی ثقافتی اظہارِ رقص ہے۔ جو کہ ایک روایتی اجتماعی رقص ہے جو خوشی اور تہواروں کے موقع پر کیا جاتا ہے۔جسے دیوار کی اوٹ میں ہو کر دیکھتی لڑکیاں محظوظ ہو رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content!

امی بھی آج ڈانٹ ڈپٹ کو پرے رکھ کر نثار ہوتی نظروں سے نضال کو دیکھ رہی تھیں کہ اس کی نظر اُن پڑی شرارتی مسکراہٹ دبائے وہ اُن کے پاس گئی اور ایک ادا سے کندھے سے بال جھٹک کر ان کی طرف تھوڑا جھک کر کہا۔

"زیادہ پیاری لگ رہی ہوں یا پھر میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں نظریں ہی نہیں ہٹ رہیں آپ کی۔۔"

وہ ہنس پڑیں اور اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اس کی پیشانی چومی اور بولیں۔

"میری بیٹی ہے ہی بہت پیاری۔"

"امی کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہی چیونٹی کاٹیں زرا مجھے۔۔۔"

اب کہ انہوں نے اس کے کندھے پر ایک دھپ رسید کی اور وہ بھی کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ واقعتا بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ مکمل سیاہ قفطان ڈھیلی سی فٹنگ والا ٹخنوں تک آتا لمبا لباس جس کے اختتامی بارڈر پر سکے، سیپیاں اور نیم قیمتی پتھروں سے بنے گہنے شامل تھے۔ سر پر ہم رنگ ہی اسکارف اوڑھے جس پر تطریز دروایتی کڑھائی کی گئی تھی اوڑھے ہوئے تھی۔

اب اس کی ڈگری بھی مکمل ہو گئی تھی۔اور ہاؤس جاب بھی یونیورسٹی کے ریفرنس پر مل گئی تھی۔اس کے اچھے نمبروں کی بنا پر، نضال کو زندگی سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ہر چیز پر فیکٹ چل رہی تھی۔مطلب کہ راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔پر پر پر۔۔۔۔کب تک ؟؟؟

دوسری جانب یحیٰ نثار کی جاب بھی کی بلندیاں بھی اپنی peakپر
تھیں۔اسے(Reveal fact agency)آر ایف اے میں کام کرتے ہوئے تین ماہ ہو گئے تھے۔اس کے لکھے آرٹیکلز،اور متعلقہ موضوع پر معلومات کی پختگی اُسے عوام میں مقبول و معروف کر رہی تھی۔ان تین ماہ میں آر ایف اے نے گزشتہ تمام ایجنسیوں کے ریٹنگ کے ریکارڈ توڑ دیے۔اور پورے آفس کی دوشیزاؤں کی نظر میں تو وہ ہمیشہ سے تھا۔اور اُسے اس سے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔کہا تھا نہ اسے لائم لائٹ میں رہنا پسند ہے۔پر آج کل ابو کی طرف سے طنز اور طنزیہ مسکراہٹوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔وہ اس لئے کہ ابو چاہتے تھے کہ وہ سرداری کی گدی سنبھالے اور علاقے کا سردار بنے کئی بار جرگے کے فیصلوں میں بھی وہ اسے لے کر جاتے مگر وہ وہاں بیزار سی شکل بنائے بیٹھا رہتا۔اور گھر آکر

چھوٹی سی غلطی بھی ہونے پر اُسے سب پر برسنے کا موقع مل جاتا۔ وہ ہمیشہ سے ہی Journalist بننا چاہتا تھا اُس کا دل اس شعبے سے جڑ چکا تھا۔ اُس نے کئی بار بابا کے فیصلے کو سامنے رکھتے ہوئے گیواپ کرنا چاہا۔ پر نہ جانے کیوں نہیں کر پایا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا جنہیں اللہ سبحان وتعالیٰ اپنے لئے اور زمانے میں خیر کے لئے چن لیتے ہیں۔ وہ یونہی اپنے مقصد پر ڈٹ جاتے ہیں، مٹ جاتے ہیں پر پیچھے نہیں ہٹتے وہ بھی چن لیا گیا تھا کسی عظیم والشان قربانی کے لئے کسی بڑے مقصد کے لئے اب بس اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھیں----!

دن گزرتے جا رہے تھے ہوں اور وہ اپنی عملی زندگی میں سنجیدہ اور ماہر ہوتی جا رہی تھی۔ جاب کے ساتھ ساتھ گھر کی ذمہ داریوں میں بھی حصہ لے رہی تھی۔ آج چھٹی کا دن وہ بھی گھر پر ہی تھی۔ لگے ہاتھوں امی نے بھی اس پر شکنجہ کسا کہ کچھ روایتی کھانے ہی بنانے سیکھ لے۔

"میں ہمیشہ نہیں رہوں گی کبھی تو اپنا بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔ اور بوجھ اُٹھانے کے لیے طاقت، طاقت کے لئے کھانا اور کھانا بنانے کے لئے مہارت چاہیئے۔"

وہ ڈھیلا سا جوڑا باندھے جس میں سے کچھ لٹیں چہرے کے گرد طواف کر رہی تھیں، ملک لباس جو کہ روایتی لباس ہے جس پر رنگین کڑھائی ہوتی ہے، پہنے ہوئے بیزار سی شکل بنائے امی کا لیکچر سن رہی تھی۔

"لاہ نعم اُمی دو نغ حتی الآن"

"افففف امی کر رہی ہوں۔۔۔"

"تمہاری ہی بھلائی کے لئے ہے۔" وہ بھی جھاڑ پلا کر باورچی خانے سے گئیں۔

"اور ہاں فلافل کے ساتھ مقلوبہ بنانا" ابھی اس نے اجزاء دیکھے ہی تھے کہ پیچھے سے فرمائشی پروگرام شروع ہو گئے۔۔

"بس مقلوبہ اور فلافل ہی بناؤں گی" اب پھر ایک دم رک کر خود سے پوچھا پہلے "کیا کچھ اور بھی بنانا تھا ساتھ" دل سے فوراً آواز آئی "نہیں۔۔۔۔" تو خیر پہلے مطلوبہ بناتی ہوں۔۔۔۔

مقلوبہ ایک روایتی پکوان ہے جس کے اجزاء میں بینگن، چاول، گوشت، پیاز، لونگ، دار چینی، (تیز پات) یہ ایک خوشبودار پتا ہے جو کھانوں میں مسالے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، نمک، کالی مرچ اور آخر میں زیتوں کا تیل شامل ہے۔

سب سے پہلے اُس نے بینگن کو گول گول سلائسز میں کاٹ کر نمک لگا کر رکھ دیا۔ دوسری جگہ چاول اُبلنے کے لئے رکھ دیے۔ پھر گوشت کو مسالوں کے ساتھ پکا کر بینگن فرائی کئے۔ اور آخر میں اُبلے ہوئے چاولوں اور گوشت کی تہیں لگا دی۔ اور تیس منٹ کے لئے دم پر پکنے کے لئے چھوڑ دیا۔

اب باری تھی فلافل بنانے کی۔۔۔۔۔۔

رات کے بھگوئے ہوئے چنوں اور پیاز، لہسن کی کلیاں، دھنیا، پودینہ، زیرہ، لال مرچ اور نمک ان سب اجزاء کو باریک پیس لیا۔ پھر چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا کر ان کو بھی گھی میں تل لیا۔ ان کو ایک ٹرے میں رکھ کر طحینہ ساس بھی نکال لیا۔ طحینہ ساس تِل کے بیجوں سے بنایا جانے والا پیسٹ ہے۔ یہ عربی کھانوں میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا ساس ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں وہ فارغ ہو چکی تھی۔ "اوہ اللہ آپ کا بھی بہت شکریہ مجھے اتنا، پرفیکٹ، اچھا اور خوش قسمت بنانے کے لئے"

خود پسندی کی انتہا کرتے ہوئے خود ہی اپنی تعریف بھی کر ڈالی۔

Clubb of Quality Content

"ہمم کھانا تو بہت اچھا ہے۔ ہمیشہ خوش رہو، سلامت رہو میری گڑیا۔" یوسف نے دل کھول کر تعریف کی اور ایک ہزار دینار بھی دیے۔

اور امی کو بھی جتاتی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "دیکھیں اتنی بھی نکمی نہیں ہوں"

"آپ یہ حکم جاری نہیں کر سکتے۔"

"کیا تم مجھے روک سکتے ہو۔۔؟" نثار خان کی آنکھوں میں چیلنج تھا۔

"ارے اپنے بیٹے پر تو آپ کا زور نہیں چلتا کسی اور سے اپنی بات منوانے کی آپ کیسے توقع کر سکتے ہیں۔۔؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اس سے دور رہو۔ ورنہ انجام جانتے ہو اپنی اس بات کا؟" غصے سے اُن کی آنکھوں کی سُرخی بڑھ رہی تھی پر وہ جانے کیسے ضبط کر رہے تھے۔

"ارے ارے آپ تو غصہ ہی ہو گئے۔ معذرت آپ کو جو بات بری لگی ہو۔" ان کے غصے کو دیکھتے ہوئے وہ شخص تھوڑا دھیما پڑا۔

"اور غلام حسین تم محمد خان کی زمین اور اُس کی فصلوں کے لیے ہفتے میں تین دن پانی کا بندھ کھولا کرو گے بغیر کسی پس و پیش کے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جرگے کے سردار ہونے کے ناطے وہ دو فریقوں کے درمیان نہری پانی کے لئے زمین کے تنازعے پر فیصلہ سنا رہے تھے کہ مخالف صف سے ایک شخص اُٹھ کر بلاوجہ ہی ان کے ذاتی معاملات جرگے میں گھسیٹ کر اُنھیں طیش دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔پر نثار خان بھی کوئی کچے کھلاڑی نہیں تھے جو مخالفوں کے داؤ پیچ نہ سمجھتے۔ مخالف چاہتے تھے کہ وہ غصے میں آکر ان کے سردار بننے کی راہیں آسان کر دیں پر ایسا شاذ و نادر ہی ہو سکتا تھا۔انہوں زیادہ تاؤ۔یحیٰ پر آیا جس کے صرف سرداری نہ سنبھالنے کے انکار سے ٹکے ٹکے کے لوگ بھی اُنھیں بات کر رہے تھے۔اس بار انہوں نے اپنی بساط سے زیادہ ہی ضبط کیا تھا۔جب وہ گھر آئے تو یحیٰ کو فاطمہ نور کے ساتھ ہنستے پایا۔اس نے بھی انہیں دیکھ کر سلام کیا مگر وہ جواب دیے بغیر ہی اپنے کمرے کی طرف رخ کر گئے۔"دیکھ لیں اماں اپنے شوہر کو پہلے سے زیادہ ان کے مزاج بگڑتے جا رہے ہیں۔ سنبھالیں انہیں۔"

"دیکھتی ہوں میں پر تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔"وہ اسے ایک گھوری سے نواز کر کمرے کی جانب چل دیں۔

وہ بھی ہنستا ہوا اپنی راہ ہو لیا۔

معمول کے مطابق نضال جاب سے واپس گھر آرہی تھی پر عوام کا جم غفیر دیکھ کر اُسے تشویش ہوئی۔آج یوسف مصروف تھا جس کے باعث نضال کو کیب کروانی پڑی تھی۔وہ بے اختیار گاڑی سے اتر کر لوگوں کی طرف آئی۔لوگوں سے استفسار کرنے کے بعد پتہ چلا کہ قریبی مسجد میں اسرائیلی فورسز نے گھس کر کئی نمازیوں کو زخمی کیا۔نہ صرف زخمی بلکہ اذان دینے اور نماز پڑھنے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔وہ تھوڑا اور آگے کو ہوئی تاکہ زخمیوں کے احوال جان سکے۔یہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی کہ نہ صرف اُن کو زخمی کیا گیا تھا بلکہ کچھ کو تو معذور بھی کر دیا گیا تھا۔اُس کی آنکھوں میں نمی کے ساتھ بے اختیار سرخی بھی پھیلی۔اس کے دل پر کوئی ثقیل شے آگری ہے۔جو دل کے خون کو رسنے پر مجبور کر رہی ہے آخر قصور کیا تھا ان کا یہی کہ وہ اپنے اللہ کو یاد کرنے کے لئے آئے ہیں۔جس نے اس کائنات کا وجود بنایا اس میں روح پھونکی تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اس پاک رب کو یاد نہ کرے؟ وہ اس وقت یہ بھول چکی تھی کہ وہ ایک ڈاکٹر بھی ہے۔جس کی ذمہ داری ان لوگوں کو فرسٹ ایڈ مہیا کرنے کی ہے۔

اختی (بہن)، راستہ دیں کسی اجنبی کی آواز اُسے ہوش کی دنیا میں لائی وہ واپس بھاگی کیب سے اپنے بیگ سے فرسٹ ایڈ باکس لانے۔۔۔۔۔۔پر افسوس دیر ہو چکی تھی مقامی لوگوں نے ایمبولینس کو فون کر دیا تھا۔وہ آنکھوں میں نمی کی دھند لئے وہیں کھڑی دیکھتی رہی۔

گھر پہنچ کر بھی وہ اسی چیز میں اٹکی رہی کہ کب تک ان کو یہ سب سہنا پڑے گا؟ کب تک وہ اپنی زمین پر، اپنے ملک پر اور اپنے وسائل پر دوسروں کو حکمرانی کرنے دیں گے؟

2023march.07

باقی سب تو ویسا ہی معمول کے مطابق چل رہا تھا۔اس کی جاب گھر میں ڈانٹ ڈپٹ بھائی سے لاڈ، اور لینا سے تطریز کڑھائی کی شالیں بنوانے کی فرمائشیں پر ایک چیز تھی جس میں واضح طور پر اضافہ ہوا تھا۔وہ تھی اسرائیل کی بربریت جو کبھی نہتے فلسطینیوں کی نماز میں خلل ڈالتے، کبھی لڑکیوں کو اس قدر خوفزدہ کرتے کہ وہ ایک ایک ماہ تک گھر سے نکلنے پر ہچکچاتیں ، حالات جتنے لگ رہے تھے اُس سے کئی زیادہ خراب ہو چکے تھے۔امی بھی اسے ہمیشہ محتاط رہنے کی نصیحتیں کرتیں۔نوجوان لڑکوں کو ظلم کے خلاف بولنے پر الگ یرغمال بنالیا جاتا تھا۔

کبھی۔ بھی اُسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ جیل میں ہے۔ایسی جیل جس میں دیواریں نہیں مگر جب وہ جکڑتی ہے تو پسلیاں ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی فرار کا ہر راستہ بند نظر آتا ہے۔پر کب تک؟ کبھی تو کوئی نور کا دروازہ کھلے گا نہ جو ہر مسدود ہوئی راہ کو چاک کرے گا۔وہی نور اندھیرے پر اجالے کو غالب کرے گا انشاءاللہ عزوجل۔

چٹاخ کی آواز کے ساتھ ایک ہاتھ بلند ہوا اور یحیٰ نثار کے چہرے پر چھاپ چھوڑ گیا وہ نثار خان کو بہت بے یقینی سے دیکھ رہا تھا کہ یہ اچانک چھوٹی سی بات پر کیا ہوا۔یہ ان کے رشتے میں تھپڑ کی نوبت تو کبھی نہیں آئی تھی، پھر آج کیا ہو گیا۔فاطمہ نور بھی اتنی ہی بے یقینی سے باپ بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔

"بابا آپ یہ------"شدت جذبات سے اس کی آواز بالکل مدھم ہو گئی اور وہ سرگوشی کی سی آواز سے بولا۔اُس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخی دوڑ گئی۔

"آپ یہ کیسے کر سکتے ہیں---؟"فاطمہ بھی آگے آئیں اور استفسار کیا مگر وہ بغیر کچھ بولے اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔فاطمہ نور نے فکر مندی سے نرمی سے یحیٰ کے کندھے پر

Clubb of Quality Content

ہاتھ رکھا پر وہ نرمی سے ان کا ہاتھ پیچھے کرتا گھر سے باہر نکل گیا۔ پیچھے وہ بھی تاسف سے تکتی اب شوہر کی عدالت لگانے کمرے کی طرف چل دیں

جب وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو نثار خان کو سر ہاتھوں میں گرائے حزن زدہ سا دیکھا۔ آواز پر انہوں پر سر اٹھا کر دیکھا اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ فاطمہ نور کو دونوں ہاتھوں سے تھامے بیڈ پر بٹھایا اور خود اُن کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ سر جھکا کر اپنی بات کہنا شروع کی۔ پلیز مجھے جج مت کیجئے گا پہلے میری بات سنیں مجھے نہیں پتہ میں کیسے اتنا خود غرض ہو گیا۔ اپنے ہی بچے کی خوشیوں کو نگلنا چاہا وہ دھیمی آواز سے بولتے ہوئے شرمندہ سے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے اُسے تھپڑ مار کر بہت غلط کیا میں اُسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ پر یہ ایک بے اختیار ، بے ساختہ عمل تھا۔ اس کی آنکھوں میں آئی بے یقینی میرے لئے کوڑے دل پر کوڑے کی طرح لگی۔ معاشرے کے دباؤ میں آکر میں نے اُس پر اپنی مرضی مسلط کرنی چاہی۔ اگر وہ میرا حکم مان کر سرداری سنبھال بھی لیتا پر کبھی اُس سے انصاف نہ کر پاتا۔۔۔

"آپ کو یہ باتیں پہلے سوچنی؟ پہلے سوچنی چاہیئے تھیں۔"

"یقین کریں نور اُسے تھپڑ مارنے کے کچھ ہی لمحوں پر بعد میں پچھتاوں میں گھر گیا۔رہی سہی کسر اس کی بے یقینی نے نکال دی۔"

"جانتی ہوں آپ کی بھی کچھ وجوہات ہوں گی پر اب آگے کا سوچیں اس میس کو کیسے سمیٹنا ہے؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔آپ بتائیں کہ میں۔۔۔میں کیا کروں کہ ہمارا لاڈلا مان جائے۔۔۔؟؟؟"

"ویسے تو آپ کو بتانا نہیں چاہیے پر خیر بتا ہی دیتی ہوں" وہ مسکراہٹ دبائے بول رہی تھیں پر ان کی ایک گھوری پر واپس لائن پر آئیں.

اب وہ سنجیدگی سے کہنا شروع ہوئیں "سب سے پہلے تو آپ اُسے یقین دلائیں کہ آپ اس کی خوشی میں خوش ہیں اور اس کے منتخب کردہ شعبے کو دل سے قبول کر چکے ہیں اور----"

"اور۔۔۔۔۔؟" وہ نہ سمجھی سے بولے۔

"اور بس" وہ مسکرا کر بولیں۔"وہ زیادہ دیر آپ سے ناراض یا برہم نہیں رہ سکتا۔" اب کے وہ بھی مسکرا دیے مشکل حل ہو گئی دل کا بوجھ کچھ کم ہوا۔

جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوا نثار صاحب کو اپنا منتظر پایا۔ نظر انداز کر کے آگے اندر کی طرف بڑھنے لگا کہ انہوں نے کہا "رکو" وہ رک گیا مگر پلٹا نہیں۔

"میرے ساتھ آؤ بات کرنی ہے۔"

"میں تھکا ہوا ہوں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"لمبی بات نہیں ہے۔ زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

اب وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ فرق بس یہ تھا کہ نثار صاحب اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور وہ دیوار کے ڈیزائن پر پوری طرح نظریں جمائے پتہ نہیں کیا ڈھونڈ رہا تھا۔

"ادھر دیکھو میری طرف اب بھی ناراض ہو؟"

"نہیں بابا میں کیوں آپ سے ناراض ہوں گا۔ بس تھوڑا ہرٹ تھا کہ آپ مجھے سمجھ نہیں سکے۔" ہنوز دیوار کو دیکھتا بولا۔

"ایم سوری بیٹا جانتا ہوں میں غلط تھا۔ یہ جو ہمارا معاشرہ ہے نہ کبھی کبھی بہت بے رحم ثابت ہوتا ہے جو بات آپ کے خواب و خیال تک میں نہیں ہوتی، یہ معاشرتی دباو چند لمحوں میں آپ سے کروا دیتا ہے۔" ان کا لہجہ شرمندگی میں ڈوبا تھا پر وہ کہتے جا رہے تھے۔

یحیٰ کے دل کو کچھ ہوا وہ کیسے انہیں شرمندہ کر سکتا تھا۔ہ

"تو اب تم کیسے صلح کا پرچم تھامو گے۔۔۔؟" انہوں نے نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

جواباً وہ بھی پورے دل سے مسکرا دیا۔

"تھینک یو بابا مجھے سمجھنے کے لئے۔"

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں مجھے بچے۔"

آج صبح سے ہی وہ بہت افسردہ سی محسوس ہو رہی تھی۔ روز روز اسرائیلی جارحیت کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی تھی مگر آج دل پر بوجھ زیادہ تھا۔ جیسے طوفان کے آنے سے پہلے خاموشی ہوتی ہے۔ فلسطین کا کونہ کونہ بھی زیر چپ تھا۔ وہ واقعی یہ نہیں جانتی کہ طوفان سر پر آ چکا ہے۔

2023october،07

کو اسی اسرائیلی جارحیت کے جواب میں حماس نے اسرائیل پر جوابی حملہ کر دیا۔ یہ حملہ صبح سویرے کیا گیا جب حماس نے غزہ سے راکٹ فائرنگ کے ساتھ ساتھ زمینی حملہ بھی کیا مگر معاملہ مدھم پڑنے کی بجائے جنگل میں آگ کی طرح پھیل گیا۔ اسرائیل اور حماس (فلسطین) کے درمیان تنازع کی وجہ بہت پیچیدہ ہے۔ 7 اکتوبر کے حملے کے پیچھے کچھ اہم وجوہات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑا اور پہلا مسئلہ مسجد الاقصیٰ کا معاملہ ہے۔ جس میں یہودی آباد کاروں کی طرف سے مسلسل داخلے، فلسطینی نمازیوں پر پابندیاں اور مسجد کے اندر اسرائیلی فورسز کی کاروائیاں ہیں۔ دوسرا مسئلہ غزہ کا محاصرہ ہے 2007 سے جاری اسرائیلی ناکہ بندی اور معاشی پابندیاں، اور آزادانہ نقل و حمل پر پابندیاں ہیں۔ (مغربی کنارے) فلسطین کے مغربی کنارے میں یہودیوں کی بستیوں کی آباد کاریاں اور ان کی تعمیر بھی ایک زیر فہم مسئلہ تھی۔ نہ صرف آباد کاری بلکہ فلسطینیوں کی زمینوں پر ناحق قبضہ اور ان کے ملک میں گھس کر ان کے ہی گھروں کو مسمار کرنا یقیناً ایک بہت بڑی حماقت تھی۔ اب جب حماقت کر لی تھی تو اس کے نتائج بھی بھگتنے ہی تھے۔ یہ نہیں؟ پر یہ کم ظرف کچھ اور کم ظرفوں کو اپنے ساتھ ملا کر بظاہر کو خود کو مضبوط ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر وہ یہ نہیں۔ جانتے تھے اللہ جن کی رسی دراز کرتے ہیں تو یہ ان کی آزمائش کا وقت ہوتا ہے کہ وہ گناہ

اور ظلم کرنے میں کسی حد تک جا سکتے ہیں۔۔۔۔؟ خیر کہانی آگے بڑھاتے ہیں آپ بھی کہیں گے لیکچر دینے ہی بیٹھ گئی ہے۔

"نضال کل سے تم اسپتال نہیں جاؤ گی۔"

"پر کیوں امی؟"

"کیوں کا کیا مطلب ہے۔دیکھ نہیں رہی حالات کس قدر خراب ہو گئے ہیں۔"

"حالات کب ٹھیک تھے امی---؟"وہ جرح پر اتری۔

"جب سے پیدا ہوئی ہوں یہی سن رہی ہوں یہ نہ کرو وہ نہ کرو باہر نہ جاؤ، چھپ کے رہو، کچھ نہ کرو---حالات تو ایک صدی سے خراب ہیں امی آپ کو اب پتا چل رہا ہے؟"وہ اپنے فرض سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔کیا فائدہ اتنا پڑھنے کا جب وہ لوگوں کی مدد نہیں کر سکتی تھی۔

"بحث مت کرو میں تمہیں بھی تمہارے ابو کی طرح کھو نہیں سکتی۔اب کہ رِیم اُمِ سماح کی آواز رندھی ہوئی تھی۔"

یہ دیکھتے وہ بھی کچھ مدھم پڑی اور اب تھوڑی نرمی سے بولی۔

"امی آپ کی دعائیں ہیں نہ کچھ نہیں ہو گا مجھے پر دیکھیں جیسے میں آپ کو پیاری ہوں ویسے ہی باقی مائیں بھی تو اپنے بچوں کو چاہتی ہیں۔ کیا آپ خود غرض بننا چاہتی ہیں؟ نہیں نہ تو مجھے میرے فرض سے مت روکیں۔ باقی آپ پر میری جان بھی قربان۔"رِیم نم آنکھوں سے مسکرائیں اور کہا۔

"وعدہ کرو ہمیشہ اپنی حفاظت کرو گی ہر چیز سے بڑھ کر۔"

"ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں۔ موت تو برحق ہے آنی ہی آنی ہے۔ پھر بھی میں وعدہ کرتی ہوں اپنی حفاظت کروں گی۔"

موجودہ وقت گزشتہ حالات سے زیادہ بے رحم ثابت ہوا تھا۔لوگوں کو اُن کے گھروں سے نکالا جارہا تھا۔چادر چار دیواری کے تقدس کو ایسے پامال کیا جارہا تھا۔ جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔ہر طرف افرا تفری کا عالم تھا۔اسرائیل کی جانب سے بھی ائیر سٹرائکس شروع ہو چکی تھیں۔ خوبصورت شہر ملبے کے ڈھیر کا سا منظر پیش کررہے تھے۔ ہر طرف خون، آگ، چیخوں اور لوگوں کی دہائیوں کی آواز تھی۔ یہاں کے چرند پرند بھی اس ستم ظریفی پر نالاں تھے۔بے زبانوں کے دل بھی غمزدہ تھے۔

ہر طرف خوف وہراس کا عالم تھا مگر جھکنے کو کوئی تیار نہ تھا۔ بمباری کے دوران محفوظ جگہ ڈھونڈنا ایک مشکل ترین، بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا ناممکن ترین امر ہو گیا تھا۔ اسی محفوظ جگہ کی تلاش نے کئی لوگوں کی زندگیاں کھالیں۔ خاندان کے خاندان ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ پر ظالم نے مظالم جاری رکھے۔ یہاں کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کب کیا ہو جائے ۔۔۔۔۔۔کسی ساتھی کا ساتھ کہاں تک ہے؟ کون کب آنکھوں کے سامنے قربانی دے دے؟

دوسری جانب آر ایف اے بھی اپنا کام اور فرض پوری دل جمعی سے نبھا رہی تھی۔ یحیٰ خان کے لکھے آرٹیکلز بھی خاصے مقبول ہو رہے تھے۔ اب بھی وہ اپنا کام ہی کر رہا تھا کہ اُسے ایک کولیگ نے اطلاع دی تمہیں باس بلا رہے ہیں۔

"تم جاؤ میں آتا ہوں۔"

اُسے شاید کچھ کچھ اندازہ تھا کہ باس کسی متعلق بات کریں گے۔ اس نے آفس کے باہر پہنچ کر دروازہ ناک کیا۔ ان کی آواز

پر وہ اندر داخل ہوا۔ زوہیب ملک نے اسے رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"جی تو کیسے ہیں آپ یحیٰ صاحب؟"

"ٹھیک ہوں پر آپ کا مجھے آپ کہنا مجھے خواہ مخواہ شرمندہ کرتا ہے۔ عمر اور عہدے دونوں کے لحاظ سے آپ مجھے مجھ سے معتبر ہیں۔"

وہ یہ سن کر ہلکا سا قہقہ لگا لئے پھر گویا ہوئے۔

"ٹیلینٹ کی قدر اور عزت کرنا دونوں جانتا ہوں میں۔۔۔ خیر برخوردار آپ سے ایک درخواست کرتی تھی۔"

"آپ حکم کریں" وہ جھٹ سے بولا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں فلسطین اور اسرائیل کی جنگ کے بارے میں چاہتا ہوں آپ جیسا قابل انسان وہاں --- جا کر اپنی خدمات سرانجام دے۔ اور یہ کوئی حکم نہیں بلکہ درخواست ہے۔ اگر آپ انکار کریں گے تو میں کسی اور کو آپ کے بی ہالف پر بھیج دوں گا۔"

"میں تیار ہوں۔ وہ بے ساختہ بولا ذہین آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں اتریں اُس نے بغیر سوچے سمجھے ہاں کہہ دی۔ کیسے؟" وہ تو کبھی اتنا جلد باز نہ تھا۔

"بہت شکریہ، یہ آپ کا ہم پر فیور ہو گا۔۔۔"زوہیب صاحب خلوص سے بولے۔

"نہیں سر فیور کی بات نہیں۔اٹس مائی ڈیوٹی۔۔"وہ پیشہ وارانہ انداز میں کہہ کر اپنے آفس کی طرف بڑھ آیا۔اب وہ دونوں ہاتھ سامنے رکھے میز پر جمائے الجھن زدہ سا تھا۔آخر کیسے اس نے بغیر سوچے سمجھے ہاں کہہ دی۔۔۔؟

وہ وہ گھر میں داخل ہوا تو فاطمہ نور لاونج میں بیٹھیں ٹی وی پر خبریں دیکھتی اسرائیلیوں کو القابات سے نواز رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"السلام و علیکم"

"و علیکم السلام جی آگیا میرا بیٹا؟"

"نہیں ابھی آفس میں ہی ہوں آتا ہوں۔۔۔۔"وہ مسکرا کر بولا۔

"بد تمیز ماں سے مذاق کرتا ہے۔"وہ خفا ہوئیں۔

وہ سنجیدہ ہوا۔"اچھا امی آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔۔"

"بولو"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا بھی آخرت میں کوئی حصہ ہو؟ان فلسطینیوں کی مدد کا ذریعہ ہوں آپ۔۔؟"وہ نرمی سے مسکرائیں"اور ایسا کون نہیں چاہتا۔؟"

"تو ٹھیک ہے پھر مجھے اجازت دیں۔میں غزہ جا کر اپنی اور آپ کی آخرت میں کچھ حصہ ڈالنا چاہتا ہوں۔"اب کہ فاطمہ نور کے چہرے کا رنگ بدلا

آنکھیں بے ساختہ بھر آئیں۔

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟؟"

"جی"وہ سر جھکا نے بولا۔

"تو سر اٹھا کر بولو نہ اگر تم نے قربانی دی تو مجھے تم سے بچھڑنے کا ملال ضرور ہو گا پر اس سے ہی نہیں زیادہ فخر محسوس ہو گا۔جانتی ہوں یہ میرے مشکل ہے اور صبر آتے آتے ہی آئے گا پر میں خود غرض نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔"وہ ساتھ ساتھ روتی جا رہی تھیں اور اپنا ظرف بلند کرتی جا رہی تھیں۔

اُس نے اُن کو بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے ان کے آنسو صاف کیئے اور اُن کے چادر سے ڈھکے سر پر لب رکھے۔دروازے سے داخل ہوتے نثار صاحب بھی اُس منظر پر حزن زدہ سے ہوگئے جہاد کا فیصلہ اگر کسی خاندان میں ایک شخص کرے تو سفر سارے خاندان کو کرنا پڑتا ہے۔نثار خان بھی اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے ان کی طرف بڑھ کر دونوں کے گرد اپنی بانہیں پھیلادیں۔یحیٰ خان کے دل میں طمانیت اتر گئی۔

سبسطیہ میں قیامت کا ساسماں تھا۔گھروں کے گھروں اجڑ گئے۔بستیاں ویران ہو گئیں۔چند ماہ پہلے جو قصبہ جنت کا منظر واضح کر رہا تھا۔اب وہاں فقط دھماکوں کی آواز، گولیوں کی گونج، اور لوگوں کی آہ و پکار تھی۔ان لڑکیوں کے بین تھے جن کی عصمتیں جاچکی تھیں۔کچھ تو موت کا کو راہ فرار جان کر گلے لگا چکی تھیں۔جن میں یہ حوصلہ نہ تھا وہ خود کو بد قسمت گردانتی کوس رہی تھیں۔نوجواں لڑکوں کا یا تو سر عام قتل کیا جارہا تھا یا پھر بھائیوں کے سامنے بہنوں کی عصمت دری،انھیں زندہ در گور ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔کچھ آنکھیں مسلسل اشکبار تھیں۔کچھ اس مسلسل گریہ زاری سے تھک کر سوکھ چکی تھیں۔فلسطین میں ہر ذی روح ماتم کناں تھا۔یوسف بھی کوئی محفوظ مقام ڈھونڈ رہا تھا جس میں وہ اور اُس کا خاندان محفوظ رہے۔اتنے خطرے کے بعد بھی نضال اپنے گھر والوں کی مخالفت مول کر

اپنے فرائض بخوبی نبھا رہی تھی۔ایک جذبہ سا تھا قربانی دینے کا جو اُسے مجبور کر رہا تھا اپنی خدمات سر انجام دینے پر--اس وقت بھی وہ نابلس سبسطیہ سے 12 کلو میٹر کے فاصلے پر ایک شہر کے اسپتال میں ایمر جنسی میں آنے والے مریضوں کا علاج پوری دلجمعی سے کر رہی تھی۔جب ایک طرف شور اُٹھا کہ اسرائیل کی ایک اور اسٹر ئک سے متاثرہ لوگوں کو فورن طبیعی امداد کی ضرورت ہے۔یوسف ہے کوئی سبسطیہ سے شناخت اس کی جیب سے بر آمد ہوئے ایک کٹے پھٹے کارڈ سے ہوئی،اُسے لگا وہ دوسرا سانس نہیں لے پائے گی۔فوراسارے کام چھوڑ کر اس طرف بھاگی جہاں سے آواز آئی۔لوگوں کے مجمعے کو چیرتی ہوئی ہر زخمی وجود کے چہرے میں اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔کہ آنکھوں کا سفر ختم ہوا۔اور نگاہیں منزل پر جم سی گئیں۔اب اس کی آنکھوں کا منظر دھندلا سا ہو گیا تھا۔پلک جھپکنے سے آنسو بہہ نکلے،منظر واضح ہوا پھر تو جیسے اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی قطار سی بندھ گئی۔کیونکہ سامنے ہی اسکا جان سے پیارا بھائی انتہائی زخمی حالت میں نیم مردہ سا پڑا تھا۔بچپن سے لے کر جوانی تک ہر وہ خوشگوار منظر اُس کی آنکھوں میں گھوم گیا جس میں بھائی کے ساتھ لڑ رہی تھی،ہنس رہی تھی،ڈانٹ کھا رہی،لاڈ اٹھوا رہی تھی،اُن کی کسی بات پر منہ بنا رہی تھی۔اس کے دل میں ان کے چھن جانے کا خوف بیٹھ گیا۔

"انہیں ایمرجنسی وارڈ میں لے جاؤ۔۔۔۔" وہ چینخی اب وہ ان کے سینے کو پمپ کرتے ہوئے سٹیچر Strecher کے ساتھ دوڑتی عملے کو ہدایات بھی دیتی جارہی تھی۔اس کی سانس اکھڑ رہی، ہاتھ خون سے تر ہوچکے تھے۔وہ انتہائی خوفزدہ تھی پر اُسے اپنے بھائی کو بچانے کے لئے ثابت قدم رہنا ہی تھا۔وہ دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھتے خود کی ہمت بندھا رہی تھی۔کہ اچانک لہروں میں چلتی لکیر ساکت ہوگئی، وہ بھی اس لکیر کی طرح بے حس و حرکت کھڑی رہ گئی جیسے یوسف کی روح کے ساتھ وہ بھی اس دنیا سے کوچ کرچکی ہے۔ایک دم ہی اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوگئی۔

تھوڑی دیر بعد ہوش میں آئی تو بھائی کو یاد کرتے چیخ چیخ کر رو دی۔اس کے ساتھ آن ڈیوٹی ڈاکٹرز بھی اس دلدوز منظر پر غمزدہ ہوگئیں۔

رِیم اُمِ سماح اور لینا بین کر کر کے رو رہی تھیں۔ایک وہ ہی تھی جو خشک آنکھوں سمیت دونوں کو سنبھال رہی تھی۔پتہ نہیں وہ کس کمال مہارت سے خود پر ضبط کے بندھ باندھے ہوئے تھی۔یہ تو وہ جانتی تھی یا اسکا خدا۔۔۔۔ماتم کرنے کا کیا فائدہ وہ جانتی تھی ابھی ایسی جانے کتنی اور قربانیاں دینا باقی تھا۔وہ پہلی ہی قربانی پر ایسے روگ نہیں پال سکتی تھی۔آخر کسی کو تو مضبوطی دکھانی ہی تھی نہ تو ابھی اور اسی وقت کیوں نہیں؟ جو مضبوطی وقت کے بعد

دکھائی جائے وہ قابل قبول نہیں ہوتی، خواہ کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو۔۔۔کمزور وقت میں دکھائی جانے والی تھوڑی سی مضبوطی بھی پہاڑ جیسی ہوتی ہے۔اور کمزوری کا دورانیہ بھی کتنی دیر ہوتا ہے؟ محض چند ثانیے اگر ان چند ثانیوں پر قابو پالیا جائے تو وہ آپ کے لئے مثال بن جاتی ہے۔

وہ تین مذاہب کی مقدس زمین، جہاں بربریت کی انتہا ہو چکی تھی۔قدم رکھ چکا تھا۔غزہ کی حالت جو دکھائی جارہی تھی اُس سے ہزار فیصد زیادہ خراب تھی۔اُس نے ری سرچ کی شروعات غزہ سے کی جیسے جیسے وہ یہاں کے احوال جانتا جارہا تھا اُس کا دل مغموم ہوتا جارہا تھا۔اُس کے کانٹریکٹ کی مدت یہاں فقط دوماہ کی تھی۔پر اسے نہیں لگتا تھا وہ تب تک یہ ساری معلومات دنیا تک پہنچا سکے گا۔یہاں کی سرحد میں داخل ہوتے ہی اُس کے موبائل کے سگنلز غائب ہوگئے۔مگر وہ بھی پورے ہوم کے ورک کے ساتھ آیا تھا رابطے کے لئے واکی ٹاکی اور مناظر قید اور محفوظ کرنے کے لئے بے شمار چھپے ہوئے Hidden کیمرا زہما وقت لوکیشن مینٹین کرنے کے لئے ایک مصنوئی داڑی جس میں لگی چپ سے اُس کی

لوکیشن ایجنسی کے زیرِ نظر تھی۔اور ایک چھوٹے سائز کا بیگ جس میں اسی طرح کے اور گیجٹس اور ان کی کاپیاں رکھی تھیں۔تاکہ ایک کے خراب ہونے پر دوسرا گیجٹ زیرِ استعمال لایا جاسکے۔سب سے پہلے اُس نے ایئر سٹرائکس سے ہونے والے نقصان کو قید کیا۔پھر ملبے تلے دبے لوگوں کی دہائیاں، آہ و پکار، خون میں لت پت بچے، کچھ حد تک زخمی بھی۔اس سے آگے بڑھنا اور ریکارڈ کرنا دشوار ہو گیا۔لوگوں کی آوازوں کو نظر انداز کرتا وہ آگے بڑھتا اور ریکارڈ کرتا جا رہا تھا۔

ان کی مدد نہ کر کے خود ہی تاویلیں گھڑ رہا تھا کہ یہ میں دنیا تک پہنچا کر بھی ان کی مدد کر رہا ہوں۔اور اس سب کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہا ہوں، ان کی مدد کو بڑھا تو خود بھی مارا جاؤں گا۔دل کی بات کو دبا تا وہ ایک محفوظ مقام پر آج کی تباہ کاریوں کے بارے میں (جو اس نے دیکھی تھیں)، اُن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔پر اُن لوگوں کی مدد نہ کرنے کا پچھتاوا اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔پھر یہ سوچ کر خود کو تسلی دی کہ میرا کام صرف رپورٹ تیار کرنے تک ہے بس۔کیا واقعی ہی یحیٰ خان کا کام محض اتنا سا تھا--..؟ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔وہ مختلف سوچوں میں گھرا آنے والے وقت کے تانے بانے بننُ میں مصروف تھا کہ اس کے ذہن میں چند الفاظ آئے اور بے ساختہ لبوں سے ادا بھی ہو گئے۔

یہ ہر فکر سے آزاد پرندے

ہواؤں کے رازدار پرندے

سہمے دل کے ہوتے بھی۔

اپنے راہی آپ پرندے

(از خود)

اس نے ان الفاظ کو غزہ کی حالت کے ساتھ ریلیٹ کیا۔ یہ جو چھوٹے بچے ہیں جن کو دماغی شعور حاصل کرنے میں ابھی کئی صدیاں کئی ساعتیں لگیں گی۔ جو ابھی تو بے فکر ہیں نہ جانے کب تک؟

ان کے ننھے ننھے ہر ریاکاری سے پاک دل، ان کے دل سہمے ہوئے ہیں پر وہ اپنے سروائیول کا راستہ خود ہی بنا رہے ہیں۔ اور یہی جوان خوفناک اور دل دہلا دینے والی صورتحال سے نکلتے ہیں نہ تو وہ، ایسے کندن سے سونا بن جاتے ہیں۔ جسے تپش مزید نکھارتی ہے۔

آج نضال کی ڈیوٹی غزہ میں تھی۔ وہ آج پھر ماں اور بہن کو تن تنہا چھوڑ کر اشفاء ہسپتال میں متاثرین کا علاج کر رہی تھی۔ پر وہ کیا جانے آج بھی کوئی طوفان اُس کا منتظر تھا آج ظالموں نے اشفاء کو بھی مسمار کرنے کا ناپاک عزم باندھ لیا تھا۔ معمول کے مطابق سب کاموں کو سر انجام دیا جا رہا تھا۔ کہ اچانک ایک زوردار آواز کے ساتھ سپتال ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہونے لگا۔ اس اچانک افتاد پر ہر بڑی سی مچ گئی۔ نفس و نفسی کا عالم قیامت سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ وہ بھی انھیں انہی لوگوں میں سے تھی کہ اچانک اُسے ایک پانچ یا چھ سالہ بچہ نظر آیا جو خوف وہراس سے یہاں وہاں دیکھتا روتا ہوا وہاں رکھے میز کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ جلدی سے اس طرف آئی پر اس کمرے کا دروازہ غالباً لاک ہو چکا تھا۔ اور شارٹ سرکٹ ہونے کی وجہ سے آگ لگ تھی۔ جو بہت تیزی سے پھیل رہی تھی۔ نضال نے پرواہ نہ کرتے ہوئے دروازے کو اپنی پوری قوت سے دھکا لگایا۔ دو یا تین دھکوں کے بعد دروازہ کھل گیا۔ اور وہ بے قراری سے اس بچے کے پاس پہنچیں۔ اسے پھنچ کر اپنے سینے سے لگایا وہ روتی جا رہی تھی اور بچے کو خود میں کسی قیمتی متاع کی مانند بھینچا ہوا تھا۔ آگ اب تباہ کاریاں مچاتی تقریباً پورے ہسپتال میں پھیل چکی تھی اُس کے بالکل سامنے کی راہداری آگ کی لپیٹ میں تھی۔ پسینے سے بھرا چہرہ، آنکھوں میں آنسوں لئے وہ بس اب اپنی موت کا انتظار کر رہی

تھی۔ موت اُس کے بالکل سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔ وہ اس وقت شدید ذہنی دباؤ اور خوف کے زیرِ اثر تھی ورنہ وہ کھڑکی کھول کر باہر جا سکتی تھی۔ بچے کو سختی سے اپنے ساتھ لگائے وہ آنکھیں میچے کھڑی تھی۔ ابھی اُس پر چھت سے گرنے والا بھاری مادہ گرتا کہ کسی نے پوری قوت سے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچا۔ اور عمارت مسمار ہو گئی کھلی آنکھیں فٹ سے ہو گئی تھی کھلی۔ یہ کیا وہ تو زندہ تھی اسے لگا تھا اب وہ کبھی دوبارہ اپنی آنکھیں کھول نہیں پائے گئی۔ اُس نے اپنے محسن کی طرف دیکھا جو خود بھی اسے بچانے کی خاطر کافی زخمی ہو چکا تھا۔ اُس نے بچے کو دیکھا جو شاید اس شدید دھچکے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اُس نے بچے کی جانب سے تسلی ہو لینے کے بعد (یعنی صحیح سلامت ہے)، سامنے کی طرف دیکھا۔ مگر یہ کیا وہ جا چکا تھا وہ بھی تو زخمی ہوا تھا۔ اب وہ بچے کو اُٹھائے اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتی غالباً اسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی کہ شاید کہیں نظر آ جائے۔ وہ اُسے دیکھ نہیں پا رہی تھی مگر دو کاسنی آنکھوں نے اس کا تب تک پیچھا کیا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

خوفیا خوفیہ ذرائع سے اُنھیں خبر ملی تھی کہ آج اشفاء سپتال نشانے کی زد میں آئے گا۔ یحیٰ اور اُس کی ٹیم جتنی جلدی ہو سکا وہاں پہنچی پر افسوس دیر ہو چکی تھی۔

ہر طرف سر مئی دھواں پھیلا ہوا تھا۔ مگر اُس کی نظر ایک منظر پر ٹھہر سی گئی اور اُسے پتہ بھی نہیں تھا۔ شیشے کی دیوار ہونے کے باعث باہر سے بھی اندر کا منظر واضح تھا۔ اُس نے ایک عجیب سا منظر دیکھا کہ ایک لڑکی بھاگتی بھاگتی رُکی ہے اور راہداری جو باہر کی طرف جاتی ہے اُسے چھوڑ کر وہ مخالف سمت کے ایک کمرے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ پھر اُس نے دیکھا کہ اب لڑکی ایک دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہی ہے اپنی پوری قوت لگا کر، اس نے دیکھا کہ وہ اس سب سے زخمی بھی ہوئی ہے، مگر اُسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ آگے بڑھ کر اُس نے ایک بچے اور اُٹھایا اور باہر کی طرف بھاگی۔ پر ہر جگہ آگ ہی آگ ہے۔ یہ دیکھ اسے بے ساختہ ایک ناول (جنت کے پتے کا ایک ڈائلاگ یاد آیا "فلسطین میں بہت آگ ہے شاید تم سمجھ نہ سکو" یہ بات اسے اب سمجھ میں آئی واقعی فلسطین میں بہت آگ ہے۔ اب وہ لڑکی ایک ٹوٹی دیوار سے لگ کر آنکھیں بند کئے کھڑی تھی اُس نے پہلے لڑکی کو دیکھا اور پھر اس قد آدم کھڑکی کو جس کا محض شیشہ سرکانے کی دیر تھی اور وہ عمارت سے باہر۔ اس نے نظر انداز کر کے اگلا منظر ریکارڈ کرنا چاہا۔ پر اگلے ہی پل وہ ایڑھیوں کے بل مڑا اور شیشہ سرکا کر اسے پوری قوت سے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچا۔ دل ہی دل میں کئی بار وہ اُسے بیوقوف جیسے القاب سے نوار چکا تھا پھر اُس نے دیکھا کہ وہ لڑکی ایک نظر اسے دیکھ کر بچے کو دیکھتے ہیں

مصروف ہو چلی ہے۔ یحییٰ نے اپنا کیمرہ اُٹھایا اور اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر اُسنے ادھر اُدھر دیکھ کر اسے تلاشنا چاہا۔ یہ سوچ آتے ہی اس کے لب نہ محسوس انداز میں مسکرانے لگے۔

رات کے تین بجے کو سونے کے بجائے صبح کے حادثے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کیوں اسے اپنے آپ پر اختیار نہ رہا۔ پہلے اس بات کی بے چینی تھی کہ وہ باہر بھی آپائے گی یا نہیں۔ پھر اُس کا یوں دیوار سے لگ کر اپنی موت کا انتظار کرنا اُسے بہت برا لگا۔ اُس نے چاہا کہ وہ آگے بڑھ جائے پھر نہیں بڑھ سکا۔ آخر کیوں۔ اُسے اب جلد سے جلد یہاں سے اپنا کام ختم کر کے واپس جانا تھا۔ وہ جو سولی پر لٹکے ہونے کے باوجود سو جاتا تھا آج نیند سے مکمل طور پر محروم تھا۔ اُسے فلسطین اب ہانٹ (Haunt) کرنے لگا تھا۔ اپنی سوچوں سے لڑتے ہوئے وہ جانے کب نیند کی وادی میں اتر گیا۔

"اینٹی سیپٹک وائپس دیں۔۔۔" وہ مکمل فوکس مریض پر رکھے ہاتھ بڑھائے ہوئے تھی۔

نرس تذبذب کا شکار ہوئی کیوں کہ جتنی مریضوں کی بہتات تھی طبی سامان کا سٹاک مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔جب کافی دیر تک وائپ نہ ملی تو اُس نے سر اٹھایا اور نرس کو دیکھا۔

"وہ ختم ہو گئی ہیں۔" وہ شرمندہ سی بولی۔

"تو آپ مجھے کوئی صاف کپڑا یا رومال تو دے ہی سکتیں ہیں کھڑے کھڑے اتنا وقت برباد کر دیا۔" وہ تاسف سے بولی۔

وہ "جی" کہتی ہوئی جلدی سے ایک رومال لائی جس کو پانی میں بھگو کر مریض کے زخم صاف کرتی وہ حزن زدہ سی تھی۔ تبھی دو مناسب سے عمر کے مرد ایک لڑکے کو دونوں بازووں سے پکڑ کر اس کے پاس لائے۔"ڈاکٹر اس کے سر اور بازو پر چوٹیں آئی ہیں اسے اسکا بھی علاج کر دیں" اور وہ لڑکا شاید نہ نہ کر رہا تھا۔ پھر جب وہ مڑی تو وہ لمحہ دونوں کو ہی ساکت کر گیا۔ایک کو اس بات کی شرمندگی تھی کہ وہ اس کی وجہ سے زخمی ہوا ہے اور دوسرے کو اس بات کی کہ "لو جی آج کی رات بھی جاگ کر گزرے گی۔۔۔۔" وہ جلد از جلد یہاں سے غائب ہونا چاہتا تھا۔ مگر بیک وقت وہ یہاں سے جانا بھی نہیں چاہتا تھا۔نضال نے اُسے ایک آدھے جلے

ہوئے بینچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔اور خود اس کے بازو اور سر پر آئی چوٹوں کا معائنہ کرنے لگی۔وہ بھی نظریں جھکائے خاموش سا اپنے جوتے کی نوک سے زمین کھرچتا محو خیال تھا نضال نے بھی خاموشی سے اُس کے زخموں کو صاف کر کے مرہم لگادی۔پھر بازو پر پٹی باندھ کر چند احتیاطی تدابیر بتائیں۔

اُسے ہلتا جلتا نہ دیکھ کر اُس نے سنجیدگی سے "اب آپ جا سکتے ہیں۔۔۔۔۔" کہا وہ ہلکا سا چونکا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔نضال کو وہ بہت عجیب لگا۔وہ اگلے مریض کے پاس جا رہی تھی جب وہ بولا "کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مڑے بغیر اپنی بات کہتی آگے کو بڑھ گئی۔

آج اُسے یہاں آئے ایک ماہ اور پندرہ دن ہو گئے تھے۔اور ان دنوں میں وہ اسرائیلی مظالم کا کافی حد تک مواد اکٹھا کر چکا تھا۔اب بس واپس جا کر ایک رپورٹ تیار کرنی تھی۔اُسے واپس جانے کا بہت شدت سے انتظار تھا۔یہ جگہ اُسے ہانٹ(Haunt) کرتی تھی۔روز کے خاندانوں کے ایک دوسرے سے بچھڑنے کے ماتم، معذور ہوئے لوگوں کی آہ و بکاء، یتیم بچوں کے چہرے، پل پل موت کی طرف جاتے لوگوں کی چیخ و پکار وہ چند ہی دنوں میں یہاں

Clubb of Quality Content

شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو چکا تھا۔ اُسے ان بے قصور لوگوں کے ٹروماز (Traumas) ہرٹ کرنے لگے تھے۔ یہاں سگنلز نہ ہونے کے باعث ایجنسی کے ساتھ اُس کا رابطہ بہت کم ہو گیا۔ اس نے اس ڈیڑھ ماہ میں بہت خون، آگ کے جھکڑ اور لاشیں دیکھی تھیں۔ اب اس کی آنکھیں تھک رہی تھیں۔

رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے کا وقت تھا۔ وہ اٹھا اُس نے وضو بنایا اور اللہ کے حضور سجدے میں جھک گیا۔ مقدس سرزمین کی ٹوٹی عمارتوں کے بیچ آدھی رات کو کھلے آسمان تلے ایک لڑکا اپنے رب سے رحم کا طلبگار تھا، آنکھیں بھیگی جا رہی تھیں بے ساختہ! اُس کے ارد گرد نور جمع ہو رہا تھا۔ وہ رحمان کو اُس کے رحمان ہونے کا واسطہ دے رہا تھا۔ وہ گڑگڑا رہا تھا، ان لوگوں کے لئے جن کو وہ جانتا بھی نہیں تھا۔ تصور کریں کہ ایک ایسا شخص جسے کسی کی تکلیف سے کبھی کوئی سروکار نہ رہا ہو جس کا دل برف کی مانند منجمد ایک لوتھڑے کا سا تھا۔ اب موم ہو رہا تھا۔ جمود ٹوٹنے لگا تھا۔ روشنی کے ساتھ ساتھ طمانیت بھی دل میں اتر رہی تھی۔ اور اتنے ہفتوں سے دل پر جو بوجھ تھا آہستہ آہستہ سرکنے لگا۔ وہ آنکھوں اور دل کی تھکن ان مسلسل رواں آنسوؤں سے اُتار رہا تھا۔ بے آواز روتا وہ ان انجان لوگوں کی اذیت میں کمی کرنے کی درخواست کر رہا تھا۔

زوردار آواز کے ساتھ ایک برچھی ہوا کو چیرتی ہوئی، ایک معصوم جسم میں پیوست ہو گئی۔ اور منظر ایک بار پھر ساکت ہو گیا۔ان چند ماہ میں نہ جانے ایسے اور کتنے لمحے تھے میں جن میں نہ جانے کتنے انگنت لوگوں کی دنیار کی تھی۔وقت آنے والے سیکنڈز میں پہلے سے زیادہ بے رحم ثابت ہو رہا تھا جب بھی کوئی شہید ہوتا لوگ امام مہدی کے آنے کی دعا کرتے اس دنیا سے وہ کچھ توقع نہیں کر رہے تھے۔القدس کی زمین فلسطینیوں پر جبر کی گواہ تھی۔

رِیم اُمِ سماح دیوانہ وار لینا کی طرف بھاگیں۔وہ اس ملبے پر تڑپتے ہوئے، اکھڑی سانسوں کے درمیان شہادہ دے رہی تھی۔انہوں نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔اور جسم سے باہر کو ابلتے۔خون کو ہاتھ سے روکنے کی ناکام کوشش کی۔

"لینا امی کو چھوڑ کر نہیں جانا دیکھو---دیکھو یوسف بھی چھوڑ گیا---" روتے ہوئے یہی الفاظ دہراتیں وہ ہوش میں نہیں تھیں۔

Clubb of Quality Content

"تم سُن رہی ہو نا۔؟ لینا میری صالح بچی" وہ اٹک اٹک کر بمشکل بول رہی تھیں۔ نضال بھی اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے اونچی آواز میں رو رہی تھی۔ وہ ایک ہی فقرہ بار بار ہوتی جا رہی تھی۔

"اللہ تم لوگوں کو غارت کرے"

اُن کے کیمپ پر رات کے بارہ بجے کے قریب اسرائیلی فوجیوں نے حملہ کر دیا تھا۔ کئی لوگ زخمی اور بہت سے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وہ ظالم تو انہیں نہ ختم ہونے والی اذیت کے سپرد کر کے جا چکے تھے۔ تبھی نضال اٹھی تمام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنی پوری قوت میں سے بولی۔

Clubb of Quality Content

منا بلاد، وان طال الحصار

بنا بلاد، وان ضاق المدى

سنخرج من شرايين الدمار

وترجع حيث كنا۔۔ او نعود

ترجمہ:

ہمارا ایک وطن ہے، چاہے محاصرہ کتنا ہی طویل ہو

ہمارا ایک وطن ہے، چاہے راستہ کتنا ہی تنگ ہو

ہم تباہی کی رگوں سے نکل آئیں گے

اور واپس وہیں جائیں گے جہاں تھے یا پھر لوٹ آئیں گے۔

(محمود درویش)

ہمیں ثابت قدم رہنا ہے ہر حال میں، یہ آزمائش کا وقت ہے۔ یہ جو لوگ شہید ہو رہے ہیں نہ اللہ کو زیادہ پیارے ہیں۔ اس لئے ان کو اپنے پاس جلدی بلا لیا۔" وہ بہتی آنکھوں مگر چٹانوں کے سے مضبوط لہجے میں بولتی جا رہی تھی۔" جیسے اچھا وقت گزر گیا ہے یہ بھی نہیں رہے گا۔ اس سرزمین کی حفاظت کریں۔ اور آخرت میں روز محشر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو ہوں کہ اللہ کے دین کو بچانے کے لئے آپ نے کوشش کی۔ یقین کریں اللہ تعالیٰ کے آگے آپ کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی معتبر ہو گا۔ اللہ کی رسی تھامیں وہ آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔"

اس کی آواز مجمع میں کھڑے ہر شخص کے دل پر سحر طاری کر رہی تھی۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی آواز میں تاثیر رکھ دی گئی۔جو لوگوں کے دلوں میں طمانیت اور سکون بھر رہی تھی۔ابھی وہ بول ہی رہی تھی کہ مجمع سے ایک 11، بارہ سالہ بچہ نکل کر سامنے آیا۔

"احتی" وہ اندھی آواز میں بولا۔

احن الی خبزامی

وقہوہ امی

ولمسۃ امی

(محمود درویش)

ترجمہ

میں اپنی ماں کی روٹی کو ترستا ہوں

اور ماں کے قہوے کو------

اور ماں کے لمس ہو۔

وہ ہچکیوں سے روتا کئی لوگوں کو ہچکیوں سے رونے پر مجبور کر گیا. نضال کا دل مزید دکھ سے بھر گیا۔اب وہ بچہ کسی عورت کے ساتھ لگ کر رو رہا تھا۔اُس کے ارد گرد لوگ اُسے تسلیاں اور دلاسے دے رہے تھے۔جو خود پر گزری قیامت بھلائے بچے کی دلجوئی کرنے میں مصروف تھے۔اُس بچے کے والدین ملبے کے نیچے دب کر شہید ہو چکے تھے۔وہ اب ان مجمعے کے لوگوں کے رحم و کرم پر تھا۔آج پورے دو دن بعد اُس کی چُپ ٹوٹی تھی۔اور ایسے انداز میں کہ جو لوگوں کے پہلے سے ہی زخمی دل کو مزید لہولہان کر گئی۔

"نضال مجھے یہیں رہنے دو بیٹا۔یہاں۔۔۔۔یہاں میرا یوسف ہے میری لینا۔۔۔اگر وہ واپس آئے میں اُنہیں نہ ملی تو وہ خفا ہوں گے نہ۔۔۔ت۔۔۔تم بھی میرے ساتھ اُن کا انتظار کرو۔۔"روتے ہوئے یہ الفاظ کہتیں ریم اُم سماح ہوش میں نہیں لگ رہی تھیں۔وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ یہ حواس سلب گفتگو کسی کے دل پر کوڑوں کی طرح برس رہی ہے۔

"امی یوسف بھائی بھائی اور لینا اب ایک لمبے عرصے کے بعد ملیں گے ہمیں۔"وہ نرمی سے آنسو ضبط لئے کہہ رہی تھی۔۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ میری پیاری امی کہ وہ دونوں ایک خوبصورت سفر پر نکل چکے ہیں۔۔"وہ کھوئے لہجے میں بولی۔"

ہمیں بھی بلایا ہے کیا آپ اپنے یوسف کی بات بھی نہیں مانیں گی۔۔۔؟"

"کیا واقعی ہی یوسف بلا رہا ہے۔۔۔؟"

"جی بالکل سچ اب چلیں۔"

یہاں سبسطیہ اور نابلس میں حالات پہلے سے زیادہ کشیدہ ہو گئے تھے۔اس لئے یہاں کے متاثرین غزہ کے کیمپس میں شفٹ ہو رہے تھے رِیم اُمِ سماح کو اپنے دونوں بچوں کے بچھڑنے کے شدید جذباتی دھچکے نے کافی متاثر کیا تھا۔وہ حقیقت ماننے سے انکاری تھیں۔اور دماغی طور پر ماضی میں جی رہی تھیں۔نضال کی ڈیوٹی تو کافی ماہ سے غزہ میں تھی۔وہ روز نابلس سے غزہ کا سفر طے کرتی تھی۔کیونکہ رِیم یہ جگہ چھوڑنا ہی نہیں چاہتی تھیں۔اب یہ جگہ

Clubb of Quality Content

بالکل غیر محفوظ تھی۔ اُسے اپنا فرض بھی پیارا تھا۔ پر امی کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اس لئے آج اُن کو بہلا کر اپنے ساتھ لے جا رہی تھی۔

وہ اپنے معمول کی ڈیوٹی سرانجام دے رہی تھی کہ ایک آدمی کے چیخنے اور رونے کی آواز بلند ہوئی وہ مسلسل ہاتھ پاؤں مارتا اپنے آپ کو چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چھوڑو مجھے میرا بچہ ہے وہاں مجھے جانا ہے۔۔۔ وہ رو رہا ہو گا" اس کی بات سنتی نضال نے وہاں کھڑے لوگوں سے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے؟

"اُس شخص کا بیٹا ملبے تلے دب کر شہید ہو گیا ہے۔ یہ بھی وہیں جا کر اسے ڈھونڈنا چاہتا ہے پر وہاں ریسکیو کی ٹیم کسی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دے رہی۔۔۔ اب تو اس بچے کی تدفین بھی ہو چکی ہے۔ پر یہ سننے کو تیار نہیں اور وہیں جانا چاہتا ہے۔" ایک آدمی نے بتایا تو اس کے تاثرات حزن زدہ سے ہو گئے

شام کے سائے گہرے ہو گئے تھے۔ وہ بھی تھکی ٹوٹی سی واپس کیمپ کی طرف لوٹ رہی تھی کہ اُسے کسی کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ دھیمی سی سسکیاں جو ماحول میں چھائے

سناٹے کو چیر رہی تھیں۔ وہ وہی صبح والا آدمی تھی۔ ایک چھوٹا سا خون سے لتھڑا کٹا پھٹا سا بھالو سینے سے لگائے زار و قطار رو رہا تھا۔ نضال کی آنکھیں بھی بے ساختہ بھر آئیں۔ پھر اُس نے دیکھا کہ کوئی شخص اسے تسلی دینے کی بجائے یہ مناظر کمرے میں قید کر رہا تھا۔ غصے کی ایک شدید لہر اُس کے اندر سرائیت کر گئی۔ اس کے قدم بے ساختہ اس شخص کے جانب بڑھے۔ اُس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ کندھے۔ سے پکڑ کر پیچھے کی جانب کھینچ کر پوری قوت سے اُس کے منہ پر تھپڑ دے مارا مقابل کے تاثرات بھی کچھ غضب ناک ہوئے۔ اُس کی کائی جیسی آنکھوں میں سرخی دوڑ گئی جڑے تن سے گئے یحییٰ نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو پہلے حیرت، پھر بے یقینی اور آخر میں اُس کی آنکھوں میں نا سمجھی عود آئی۔

"تم لوگوں میں زرا سی بھی انسانیت ہے بھی یہ نہیں۔۔۔؟ یہ سب ریکارڈ کر کے، اپنے چینل پر دکھا کر تم لوگ چھوٹی ہمدردی کا کارڈ کھیلو گے۔ تم لوگوں کی ریٹنگ بڑھے گی۔ پر اذیت تو ہمارے حصے میں آ رہی ہے۔ تم لوگوں کا کیا جا رہا ہے۔ کیا کبھی کسی نے مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا۔۔۔؟" بولو نہ اب چپ کیوں ہو۔۔۔؟" نضال نے اُس کے سینے پر زوردار ہاتھ مار کر

کہا۔ مگر وہ نظریں جھکائے چپ چاپ اس کی مار اور سخت الفاظ سہتا رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی بھڑاس نکال لے جس کی وجہ سے وہ چند ماہ سے اندر ہی اندر گھل رہی ہے۔

وہ روتی گئی اور یحیٰ خان کسی کی اونچی آواز نہ سننے والا اس سے مار کھا کر بھی وہیں کھڑا اس کے سنبھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کھلے آسمان تلے ایک لڑکا تھا جو سر جھکائے ایک عربی لڑکی کو گھٹنوں کے بل چہرہ ہاتھوں میں چھپائے روتا دیکھتا شرمندہ تھا، ملال زدہ تھا، ان کے لئے کچھ نہ کر پانے کے لئے۔

آج پھر اس کی آنکھیں نیند سے خالی تھیں۔ مگر آج وہ ان لوگوں کی بقاء کے لئے فکر مند تھا کہ اچانک اس کی جیب میں اڑسے موبائل کی بیپ بجی۔ پہلے تو وہ حیران ہوا کی سگنلز نہ ہونے کے باعث یہاں آتے ہی اس کا موبائل بند ہو گیا تھا۔ جلدی سے موبائل نکال کر دیکھا۔ اور پھر تشکر سے آسمان کو دیکھا۔ ہاں یہی ایک موقع تھا اس کے پاس کچھ کرنے کا۔۔۔۔۔۔ اب وہ مختلف بٹنز پریس کرتا ہلکی سی مسکراہٹ لئے آنکھیں موند گیا۔

صبح کا سورج عربیوں کے لئے خوش کن ثابت ہوا۔ خبروں میں دکھایا جا رہا تھا کہ کیسے ساری دنیا کے مسلمان ان سے یکجہتی کا اظہار کر رہے تھے۔ مظاہرے کئے جا رہے تھے۔ اس

انسانیت سے نہ پید سلوک پر ظالموں کی مذمت کی جا رہی تھی۔ پھر ایک خاصے مشہور پاکستانی جرنلسٹ یحیٰ خان کو سراہا جا رہا تھا۔ جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر سچ دنیا کو دکھایا۔ اس کے سوشل میڈیا پیج پر وائرل ہوئی ویڈیوز اور تصاویر وسیع پیمانے پر شیئر ہوئی تھیں لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے ان کو ری پوسٹ کیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں اس جرنلست کی شکر گزار ہوئی۔

غزہ کے کیمپس میں ایک بار پھر دشمن اپنے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا تھا اور رات کے اندھیرے میں اُن پر حملہ کر کے ان کی واحد آرام گاہ بھی چھین لی۔ وہ ماں کو بازو سے تھامے ایک جگہ بیٹھ کر اُن کے زخم صاف کرنے لگی۔

"نضال---؟" وہ پوری طرح اپنے کام میں منہمک تھی کہ انھوں نے ہونے سے اسے پکارا۔

"جی امی" وہ جی جان سے متوجہ ہوئی۔

"یہاں آؤ" انہوں نے اپنی بانہیں وا کیں۔ وہ جھٹ سے ان کے ساتھ لگ گئی۔ مضبوط بنے رہنے کی مسافت بہت لمبی تھی۔ اور تھوڑی سے مامتا ملنے پر وہ وہی نضال نٹ کھٹ اور شرارتی

سی بن گئی۔آنکھیں بے ساختہ چھلکنے کو بے تاب ہوئیں۔رِیم اُمِ سماح نرمی سے اُس کی پشت تھپتھپاتی حجاب سے ڈھلے سر پر بوسہ دے رہی تھیں۔

"میری غیر ذمہ دار بیٹی اب خود کو سنبھالنا جان گئی ہے۔" وہ مسکرائیں۔

"میں یہ بوجھ اب مزید نہیں برداشت کر پا رہی امی میں تھک گئی ہوں۔۔" لرزتی آواز میں وہ ان مہینوں میں پہلی بار اپنا دل کھول رہی تھی۔

"ہم جانتی ہوں میں-- تم جانتی ہو تمہارے ابو نے تمہارا نام نضال کیوں رکھا؟"

"آپ بتائیں"

تمہارے نام کی وجہ سے، نضال کا مطلب ہوتا ہے جدوجہد اور تمہارے بابا کو ہمیشہ سے یہ احساس تھا کہ تم جدوجہد کرنے والی بنو گی۔اور ان کا کہا سچ تھا۔تمہاری زندگی میں جدوجہد تھی اور ہے نہ جانے کب تک رہے گی ہمیشہ مضبوط اور ثابت قدم رہنا اپنی آخری سانس تک وعدہ کرو"

"مجھے آپ کی باتوں سے ایک انجانا سا خوف محسوس ہو رہا ہے امی۔"

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں گڑیا امی ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں"

کھلے آسمان تلے ایک بوسیدہ دیوار سے ٹیک لگائے، بیٹی کو سینے میں بھینچے وہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں اور کہا تو بس یہ

"میری بیٹی میں آپ کی امان میں دے رہی ہوں"

اور اللہ کی امان سے محفوظ احسان کون سی ہو سکتی ہے...؟ اتنا کہہ کر وہ خاموشی سے آنکھیں موند گئیں کبھی نہ کھولنے کے لئے۔ نضال کے گرد بندھا وہ کمزور مگر مضبوطی کا احساس دلاتا حصار ٹوٹ چکا تھا۔ اُس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں مگر مقابل ابدی سفر کی مسافر ہو گئیں تھیں۔ اب وہ بھی یتیم، بے یار و مددگار تن تنہا رہ گئی تھی۔ پر وہ کیا جائے کہ اب اللہ نے اس کی حفاظت پر ایک مضبوط انسان کو معمور کر دیا ہے۔

Clubb of Quality Content!

وہ صبح تک ایسے ہی ساکت بیٹھی رہی۔ ایک پر سکون جھیل کی مانند جو پتھر لگنے پر چند پل کے لئے ردعمل دکھاتی ہے اور وہ پھر اپنے اندر جذب کرتی جاتی ہے۔ وہ ماں کے سرد ہوئے ہاتھ تھامے بیٹھی، ساکت ہوئی گویا برف کا مجسمہ تھی۔ جو ذرا سی ٹھوکر لگنے پر ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔ امدادی سرگرمیاں انجام دیتے کچھ لوگ اس طرف آئے تو اسے ایسے بے حس و حرکت

بیٹھے دیکھ کر اسے اُٹھانا چاہا جب وہ بھی ماں کے ساتھ زمین پر گر گئی۔ان لڑکوں نے گھبرا کر ٹیم کے لیڈر کو آواز دی۔وہ بھاگتا ہوا اس طرف آیا پر نضال پر نظر پڑتے ہی اُس کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔وہ جلدی سے اسے اُٹھاتا بھاگ کر طبی کیمپ کی طرف بھاگا وہ ساتھ ساتھ عملے کو ہدایات بھی دیتا جا رہا تھا۔اب وہ فکر مند سا عملے پر برس رہا تھا کہ

"یہ ہوش میں کیوں نہیں آرہی۔ٹھیک سے کام کریں۔۔۔۔"

تبھی ایک ڈاکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا"ڈونٹ وری یہ بالکل ٹھیک ہیں شدید صدمے اور مسلسل دو دن سے بھوکا رہنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہیں۔تھوڑی دیر تک ہوش میں آجائیں گی۔"اور آدھے گھنٹے کے صبر آزما وقت کے بعد وہ ہوش میں آگئی۔وہ فکر مند سا اٹھ کر اُس کی جانب گیا۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں؟"

"پہلے تو وہ نہ سمجھی سے دیکھتی رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر ہچکیوں سے دوری رونے کے درمیان وہ بار بار چند الفاظ دہراتی رہی۔۔۔

"امی--میری پیاری امی----مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔میں میں کیا کروں گی۔؟"

آج اس کا آخری دن تھا غزہ میں اُس کا کام پورا ہو چکا تھا۔ مگر اب وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔اپنا سامان سمیٹ کر وہ ایک بار اسے دیکھ لینا چاہتا تھا۔پر یہ کیا وہ کیمپ میں کہیں نہیں تھی۔اس نے وہیں کھڑی نرس سے اُس کی خیریت پوچھی اور باہر کی راہ لی۔وہ جا رہا تھا کہ اچانک زور سے بادل گرجے اور ٹپ ٹپ آسمان سے بوندیں برسنا شروع ہو گئیں۔پر اُس نے اپنے قدم نہیں روکے وہ چلتا جا رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی "یحیٰ آپ کا کیمرہ گر گیا ہے" اُس نے مڑ کر ایک لڑکے کو اپنی جانب آتے دیکھا اور کیمرہ پکڑ کر اسی چھوٹے سے بیگ میں رکھ لیا جو وہ یہاں آتے ہوئے لایا تھا۔وہ شکریہ کہہ کر واپس چل دیا اُسے اپنے قریب قدموں کی چاپ محسوس ہوئی اور پھر اپنی شرٹ کے بازو پر نرم سی گرفت محسوس ہوئی۔۔ وہ رکا پیچھے مڑا اور پھر ورطہ حیرت میں کھو گیا۔

"آپ یحیٰ خان ہیں---؟"نضال نے ہنوز اس کے بازو سے شرٹ کو چٹکی میں پکڑ رکھا تھا۔

جی اب کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں۔۔۔؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"نضال خالد البر غوثی----آپ پلیز مت جائیں ہماری مدد کریں آپ کی ان ویڈیوز کی وجہ سے لوگ سچ جان پا رہے ہیں۔" وہ نظریں جھکائے بولتی۔یحیٰ کو سہمی سی ہرنی لگی۔

"مجھے ابھی جانا ہو گا کچھ ادھورے کام کرنے ہیں پر وعدہ کرتا ہوں جلد آؤں گا۔" وہ رکا پھر بولا "کیا آپ میرے ساتھ آئیں گی۔۔؟" وہ نفی میں سر ہلا گئی

"میرے لوگوں کو میری ضرورت ہے" وہ رکی آپ جائیں معذرت آپ کو روکا" وہ ہنوز کھڑا رہا۔نضال نے نہ سمجھی سے دیکھا تو یحییٰ نے آنکھوں سے اپنے بازو کی طرف اشارہ کیا۔ جسے وہ چٹکی میں بھرے ہوئے تھی۔اُس کے اشارہ کرنے پر جھٹ سے چھوڑا اور واپس کیمپ کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے سے اس کی آواز کانوں میں پڑی پر وہ چلتی گئی۔۔

"میرے آنے تک اپنی حفاظت کیجئے گا خود کو میری امانت سمجھ کر" اب وہ سرشار سا اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔

2025January -15

میڈیا اور لوگوں کی مدد سے اور شدید عوامی دباؤ کی وجہ سے ناممکن ممکن ہو گیا ظالموں کو مجبوراً گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ پندرہ ماہ کی اس شدید تباہ کن جنگ آخر کار اپنے اختتام کو پہنچی اور 2025 January 15 کو جنگ بندی کا معاہدہ طے پا گیا۔ اب بھی ملک پوری طرح سے آزاد تو نہیں ہوا تھا مگر حالات آپ پہلے جیسے کشیدہ نہیں رہے تھے۔ ایک سال تین ماہ کی مسلسل چیخ و پکار کے بعد اب جشن کا ساساں تھا۔ فلسطین کی یہ جنریشن شاید ان ماہ و سال کی اذیت کبھی نہ بھول پائے مگر اللہ کی مدد قریب تھی۔ وہ ثابت قدم رہ کر اللہ اور اُس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر خرو ہوئے تقریباً سنتالیس ہزار شہیدوں کی قربانی رائیگاں نہیں گئی فلسطین میں پوری دنیا سے امدادی سامان مہیا کیا جا رہا تھا۔ جس میں پاکستان بھی پیش پیش تھا۔

"نضال خالد ابر غوثی بنت خالد ابر غوثی کیا آپ کو نجی نثار ولد نثار خان سے وہ بعوض دس لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت یہ نکاح قبول ہے؟" اس وقت بالکل سن بیٹھی خوشی کے آئے اس لمحے کو پراسیس کر رہی تھی۔ جب فاطمہ نور نے اس کے کندھے پر ہلکا سا دباؤ دے کر ہاں بولنے کا اشارہ کیا۔

اس نے آہستہ آواز سے تین بار "قبول ہے" کہا۔

پھر یحیٰی کی جانب سے ایک ہی بار میں تین بار "قبول ہے" کہا گیا۔ سب کے قہقہوں سے محفل زعفران ہو گئی۔

اب دلہا دلہن کو ایک ساتھ بٹھایا گیا۔ ہر کوئی یہ منظر اپنے کیمروں میں قید کر رہا تھا۔

یحیٰی نے اپنا کہا سچ کر دکھایا۔ وہ اس کی امانت تھی۔ اللہ کی طرف سے تحفہ تو وہ کیونکر وعدہ وفا نہ کرتا۔ جنگ بندی کے معاہدے کے ہونے کے فوراً بعد ہی وہ اسے لینے آ پہنچا۔ فاطمہ نور نے بھی۔

کھلے دل سے اس کا استقبال کیا۔

نضال کو پاکستانی حکومت کی جانب سے ستارہ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔

رات کے بارہ بج رہے تھے اور وہ ابھی تک کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہل رہی تھی کہ اچانک گیٹ کھلنے اور گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ وہ بھاگ کر نیچے اترتی لاؤنج کے وسط میں جا کر رک گئی۔ اور وہیں کھڑی ہو گئی۔ یحیٰی نے ایک تھکی سانس خارج کی۔

"ابھی تک کیوں جاگ رہی ہیں۔آخر آپ سنتی کیوں نہیں ہیں کیوں اتنی دیر تک خود کو جگا کر ہلکان کرتی ہیں۔۔؟"

"میں آپ کے لئے نہیں جاگ رہی تھی مجھے بس نیند نہیں آرہی تھی" وہ خفگی سے بولی تو یحییٰ مسکرایا.

"چلیں پھر ایک کپ چائے بالکونی میں لے آئیں" وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ نضال کچن کی سمت۔

وہ چائے کے کپ شیشے کے میز پر رکھتی۔ایک کپ اٹھا کر یحیٰی کی طرف بڑھی جو ریلنگ کے پاس کھڑا آرام دہ سے لباس میں مسکرا رہا تھا۔

"مسکرا کیوں رہے ہیں؟"

"اسی بات پر کہ آپ فکر کرتیں ہیں پر اعتراف نہیں۔۔" وہ یہ سن کر جھینپ گئی بولی کچھ نہیں وہ اس کا چہرہ دیکھ پر ہلکا سا قہقہہ لگا گیا۔

وہ چائے کا گھونٹ بھرتا اُس کی طرف رخ موڑ گیا اور اُسے سوچوں میں الجھا پایا۔

کیا ہوا آپ کچھ پریشان ہیں۔؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"آج امی کو گئے ایک سال ہو گیا۔" وہ رندھی آواز میں بولی تو یحییٰ نے چائے کا کپ ریلنگ پر رکھ کر اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ آج پھر بے آواز روتی اپنے دل کا بوجھ اُس کے سپرد کرتی گئی وہ ان ٹروماز سے شاید پوری زندگی ہیل نہ ہو پاتی۔ پر اب اُس کے دل میں طمانیت تھی۔ کیونکہ اب اُس کا اللہ کی طرف سے منتخب کردہ شوہر، اُس کا ساتھی اُس کے ساتھ تھا۔

اور یحییٰ خان کو تو جیسے ہفت اقلیم کی دوست مل گئی تھی۔

ختم شد۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842